مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۴۴ سائیڈ بی ۸۳-۹-۱۶

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا[1]

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس گھر کا دروازہ ہیں"

صحابہ کرام جن کا ذکر ہُوا، اسی ترتیب سے افضل ہیں کہ ساری اُمّت میں سب سے افضل درجہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا ہے، اُن کے بعد حضرت عمرؓ کا اُن کے بعد حضرت عثمانؓ کا اُن کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔

علماء کوفہ کی رائے

لیکن حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے مابین یہ اختلاف رہا ہے کہ بہت سے اہلِ سُنّت کوفہ کے عُلماء یہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ افضل ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴

حضرت علیؓ کی خصوصیت

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ مَیں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہیں تو اس کو اگر دیکھا جائے تو ایک خصوصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایسی بنتی ہے کہ جو دوسرے سب صحابہ کرام سے زیادہ عزیز ہے۔

اسی خصوصیّت کی حکمت

اور شاید وہ اللہ تعالیٰ نے بدل دیا اس چیز کا کہ وہ ایک عرصہ تک جتنا عرصہ اُن کی خلافت کا رہا وہ اختلافات اور لڑائیوں میں گزر گیا، تو خلافت سے پُوری دُنیا مستفید نہیں ہو سکی۔

حضرت علیؓ روحانی فیض کا سرچشمہ

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے فیض کا دوسرا راستہ جاری کر دیا، وہ ہے علومِ باطنیہ کا فیض، باطنی علوم روحانی علوم یہ اُنؓ سے چلے ہیں۔ یہ واقعی ایسے ہے کہ یہ اُن سے سب سے زیادہ چلے ہیں۔

سب سے قدیم سلسلہ چشتیہ ہے

ہمارے یہاں جو مشائخ ہیں بزرگانِ دین ہیں اُن کے جو طریقے ہیں اُن میں سب سے قدیم طریقہ جو یہاں ہندوستان میں آیا ہے وہ تو چشتی ہے۔ پھر بعد میں اور طریقے ہیں نقشبندی ہے قادری ہے، سہروردی ہے یہ طریقے بعد میں آتے ہیں چشتی تو کہتے ہیں کہ احمد ابدال چشتی جو تھے وہ محمود غزنوی کے ساتھ آئے تھے۔ یہاں ہندوستان میں جب سومنات فتح کیا جارہا تھا تو اس معرکہ اور جہاد میں وہ خود بھی تشریف فرما تھے سب سے پہلے قدم جو آتے ہیں یہاں وہ چشتی حضرات کے آئے۔

چاروں سلسلوں کا مقصد ایک ہی ہے

لیکن یہ چاروں سلسلے ایسے ہیں کہ جیسے اذکار کے مختلف طریقے ہیں لیکن آگے چل کر آخری چیز جو ہوتی ہے وہ سب طریقوں کی ایک ہی ہے۔ بالکل اُوپر جا کر جہاں آخری سبق ہوتا ہے اس میں چاروں طریقے مل جاتے ہیں۔ منزل پر پہنچنے کے لیے گویا راستے الگ الگ ہو گئے، لیکن جہاں پہنچنا ہے وہ (منزل) ایک ہی ہے

سلسلے بلا انقطاع حضرت علیؓ تک مل جاتے ہیں

تو یہ چاروں طریقے مسلسل اگر دیکھا جائے تو بلا انقطاع فلاں زندہ بزرگ فلاں خلیفہ فلاں زندہ بزرگ کے وہ خلیفہ پھر وہ فلاں زندہ بزرگ کے خلیفہ اس طرح سے زندہ زندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جا ملتا ہے۔

ایک اور طریقہ حضرت ابوبکرؓ تک جا ملتا ہے

اور ہمارے یہاں ایک اور طریقہ بھی ہے۔ یہ طریقہ ایسا ہے کہ جو پہنچتا ہے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ تک لیکن اُس میں درمیان میں دو جگہ انقطاع آتا ہے۔

قبر سے فیض ہونا

یعنی بزرگ کو صاحبِ مزار سے فیض ہُوا۔ شیخ کے اور اس کے درمیان پچاس سال کا فاصلہ ہے ایک اور جگہ اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ فیض ہُوا ہے اُن کو حاصل، مگر اُن کی قبر سے یعنی شیخ کو قبر سے فیض حاصل ہُوا تو وہ شیخ ہُوئے پھر اُس طریقے میں چونکہ زندگی میں نہیں حاصل کیا گیا۔

حالتِ حیات کی ملاقات کا وزن زیادہ ہوتا ہے

اور اس دُنیاوی زندگی میں جو دوسرے سے ملتا ہے۔ وزن اُسے زیادہ بڑا دیا گیا ہے، چنانچہ صحابہ کرام ان کو کہتے ہیں جنھوں نے حالتِ حیات میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہو ملے ہوں مُسلمان ہوکر ملے ہوں اور تابعی اُسے کہتے ہیں کہ جو مُسلمان ہوکر کسی صحابی کے پاس رہا ہو۔ چند منٹ ہی رہ لیا ہو دیکھا ہو اُنھیں۔ وہ تابعی کہلاتا ہے۔ پھر اُس کے بعد تبع تابعی بھی اِسی طرح پہ ہے کہ اُس نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا ہو جس نے کسی صحابی کو دیکھا ہو تو گویا زندگی معیار ہُوئی تو اس طریقے کو حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند کیا جو سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ تک جاتا ہے لیکن اس میں دو جگہ انقطاع آ رہا ہے۔ دو جگہ قبور سے فیض ہُوا تو وہ ایسی چیز ہے کہ آج اگر کسی کو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے عشق ہو جائے اور اُسے اُن سے فیض حاصل ہونے لگے۔

باطنی فیض کا ذریعہ محبّت ہے اور اسکی مثال

کیونکہ تعلّق جو ہوتا ہے کسی کو کسی سے وہ ہوتا ہے فیض کا ذریعہ، باطنی فیض کا ذریعہ وہی تعلّق ہوتا ہے، اور نہ ہو تعلّق تو باطنی فیض پھر نہیں ہوتا۔ تعلّق ہونا ایسے ہے کہ جیسے کسی نے اپنی بوتل کا مُنہ کھول دیا کہ بارش کا پانی پھر اُس کے اندر آنا شروع ہوگا اور تعلّق نہیں ہے تو وہ ایسے ہے کہ جیسے بوتل پہ ڈاٹ لگی ہُوئی ہو۔ کتنی بھی بارش ہو ایک قطرہ بھی اندر نہیں جائے گا۔ نفرت ہو تو وہ ایسے ہے جیسے کہ اُس کے اُوپر لاگ بھی چڑھا دی ہو کہ چاہے اُسے غوطہ ہی دے دو پانی میں اندر کچھ بھی نہیں جائے گا۔ تیرتی رہے گی بوتل، تو اس طرح سے تعلّق پہ مدار ہے فیض کا، ہو سکتا ہے کہ آج کے

دَور میں کسی کو سب سے زیادہ محبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہو جائے تو جیسے ہوگی محبت اُسے اُن سے براہ راست فیض ہونا شروع ہو جائے گا۔

حضرت مجدّد صاحبؒ کو حضرت ابوبکرؓ سے عشق تھا

تو معلوم ہوتا ہے کہ مجدّد صاحب کو تعلّق خاطر جو تھا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ تھا اور پھر اُسی کی وجہ سے اُنھیں وہ طریقہ پسند آگیا جس میں چاہے انقطاع آرہا ہو دو جگہ مگر پسند اُنھیں وہ آگیا۔

محدّثین کا طریقہ صوفیہ سے مختلف ہے

لیکن محدّثین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں نے یہ حدیث اُستاذ سے سُنی ہے یا نہیں اُس کا زمانہ پایا یا نہیں پایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تو شرط لگاتے ہے کہ بہ تحقیق لقاء ہو یعنی پتہ چلے کہ فلاں آدمی فلاں آدمی سے ملا ہے۔ اُس نے سچ مچ اُس سے حدیث سُنی ہے، دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ اتنی معلومات کون کر سکتا ہے کہ کہاں ملاقات ہوتی ہے رستے میں ہو جاتی ہے، سفر میں ہو جاتی ہے سفر حج میں ہو جاتی ہے، ایک ادھر کا رہنے والا ہے ہندوستان کا ایک الجزائر کا رہنے والا ہے زمانہ ایک ہے دونوں کا یہ ٹھیک ہے اب وہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے فلاں آدمی نے بتایا ہے۔ فلاں آدمی نے یہ بات سُنائی ہے اور اُس سے کہیں گے کہ وہ رہتا ہے انگلینڈ میں یا وہ رہتا ہے الجزائر میں یا وہ رہتا ہے امریکہ میں تم رہتے ہو پاکستان میں ملے کیسے تو کبھی تو ایسے ہوگا کہ وہ بتا سکے گا کہ وہاں ملاقات ہوتی تھی اور کبھی ایسے ہو گا کہ وہ نہیں بتائے گا۔ بس بات ذکر کر دے گا اگر وہ آدمی بالکل سچا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مَیں نے فلاں آدمی سے خود سُنی ہے یہ بات سَمِعْتُ کہہ رہا ہے حَدَّثَنِیْ کہہ رہا ہے یعنی مجھے اُس نے یہ بات سُنائی ہے اور آدمی ہے۔ بہت وزنی بالکل صحیح سچّا اور سمجھدار اور یاد رکھنے والا آدمی ہے تو پھر اُس کی حدیث اور بات کو لے لیتے ہیں۔ زمانہ ایک ہونا چاہیے۔ کہاں ملے ہیں یہ معلوم ہو یا نہ ہو۔ بہر حال حدیث مان لی جاتی ہے اُس کی کہ ضرور ملا ہوگا۔ کیونکہ کبھی اِس نے غلط بات کی نہیں، اگر کبھی بھی غلط بات پکڑی جائے اُس کی تو اُسے پھر اعتبار سے ساقط کر دے گی۔ پھر اُس کی حدیث گر جاتی ہے درجہ میں کبھی بھی ایسے نہ ہُوا ہو بس یہ ٹھیک ہے تو پھر کہا جاتے گا کہ ضرور ملا ہوگا۔ کہیں نہ کہیں یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ کہاں ملاقات ہُوئی، پُوچھا نہیں کسی نے ورنہ وہ یہ بھی بتا دیتا کہ وہاں ملاقات ہُوئی

ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ کہتے تھے کہ مَیں تو ایک کتاب لکھنی چاہتا ہوں ایسی کہ جس میں فقط وہ راوی ہوں کہ جن میں یہ بات پائی جاتی ہو تحقیقِ لقاء کی تو اُنھوں نے ایک کتاب لکھی ایسی اور کتابیں بھی ہیں جن میں یہ بات نہیں پائی جاتی ویسے تو بخاری شریف جو اَب چل رہی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ اِس میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہوگا کہ وہ اپنے اُستاد سے ملا نہ ہوگا اور ملنے کا پتہ نہ ہو بلکہ ملا ہے اور ساتھ رہا ہے اور اُس نے اس کی یادداشت نوٹ کی ہیں تو وہ ایک کتاب اُنھوں (امام بخاریؒ) نے تیار کر دی نمونہ کے طور پر، کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایسی کتاب تیار کر دوں اور میرا جی چاہتا ہے کہ ہے کہ میرا عمل ان حدیثوں پر ہو۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ جَعَلْتُہٗ حجۃً بَیْنِیْ وَبَیْنَ اللہِ یہ کتاب جو ہے یہ میرے اور اللہ کے درمیان حُجّت ہے یعنی یہ کہ تیرا دین مجھے اس طرح پہنچا ہے اور میں اُس پر اِس طرح عمل کرتا ہوں یہ اُنھوں نے کیا، تو اس میں تو اتنا زیادہ زور ہوتا ہے اِس چیز پر کہ کیا واقعی اس آدمی نے اپنے اُستاذ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں حالانکہ ایک بات صرف نقل کر رہا ہے۔

تصوّف کے طریقہ کی وضاحت

اور تصوّف ایک بات نہیں ہوتی بلکہ تصوّف میں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک سبق دے دیا جاتا ہے اور پانچ منٹ میں سمجھا دیا جاتا ہے اور اُس پر عمل کرنے میں عادت ڈالنے میں عمل کرنے کی عادت بن جائے اس میں بہت وقت لگ جاتا ہے، جو آخری سبق سے پہلے کے اسباق ہیں اُن میں ہی بہت وقت لگ جاتا ہے۔ سال بھی لگ جاتے ہیں۔ بعضے لوگوں کو دس دس سال بھی لگ جاتے ہیں کیونکہ وقت نہیں ملتا کاروبار میں لگے رہتے ہیں چاہے کاروبار کسی کا چل رہا ہو یا نہ چل رہا ہو بلکہ اگر (نہ چل رہا ہو) وقت تو مزید پریشانی ہوتی ہے۔ ذہن اس کا یکسو نہیں ہوتا۔ اُسے یکسوئی نہیں میسّر، موقع نہیں میسّر، زیادہ وقت لگ جاتا ہے ایک سبق میں ہی حالانکہ پانچ منٹ میں اُسے بتایا جاسکتا ہے کہ یہ کرنا ہے۔

تصوّف میں عمل کرنا اور عادت بنانی ہوتی ہے

مگر عادت بنانی ہوتی ہے عمل کرنا ہوتا ہے تو عمل کرنا عادت بنانا یہ زیادہ مشکل کام ہے اُس میں بڑا وقت لگ جاتا ہے کسی کو سال کسی کو کئی سال کسی کو کئی مہینے اگر بہت ذہین ہے بہت فارغ ہے اور لگا ہُوا ہے تو چند مہینے تو لگیں گے تو تصوّف جو ایسی چیز ہے جس کو سیکھنا بھی اس طرح ہوتا ہے سبقاً

سبقاً سبقاً

بعض اوقات صرف روحانی فیض ہوتا ہے

اس میں اگر اتنا فاصلہ درمیان میں آگیا پچاس سال کا کہ جب اُن کی وفات ہوئی اُس کے پچاس سال بعد یہ پیدا ہوا اُن میں اور اُن میں پچاس سال کا فصل لگتا ہے یا ڈیڑھ سو سال کا فصل لگتا ہے تو یہ تو بالکل روحانی فیض رہا یہ وہ نہیں ہے جسمانی۔

آپ کی وفات کے بعد خواب میں یا بیداری میں زیارت ہو تو صحابی نہیں کہلائے گا۔

اگر کسی کو خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو تو اب صحابی نہیں کہلا سکتا، چاہے ان آنکھوں سے کیوں نہ دیکھا ہو۔ بزرگان دین میں تو یہ بھی ہو جاتا ہے بعض اوقات جلال الدین سیوطی گزرے ہیں۔ حضرت امام شعرانی گزرے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے بحالت بیداری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

یہ زیارت جسمِ مثالی کی ہے نہ کہ جسمِ مبارک اصلی کی

لیکن وہ بحالتِ بیداری زیارت جو ہے وہ جسمِ مثالی سے ہے۔ بعینہٖ اُس جسمِ مبارک کی نہیں ہے جو اس وقت قبر مبارک میں ہے جسمِ مثالی ہے اُس کو دیکھنے سے صحابی نہیں بنیں گے نہ اُنھوں نے اپنے آپ کو صحابی کہا ایک فضیلت کی بات ہے۔ بہت بڑی بات ہے خدا کا فضل ہے یہ لیکن صحابی نہیں کہلایا جا سکتا۔

زندگی میں جسمِ اصلی سے ملنے کا درجہ جسم مثالی کے ملنے سے بڑھ کر ہوتا ہے

تو زندگی میں ملنا یہ اور اثر رکھتا ہے اور زندگی کے بعد ملنا چاہے جسم مثالی سے ہو اس کا بھی اور اثر ہے چہ جائیکہ روحانی فیض ہو، یا ممکن ہے کہ اُن کی بھی ملاقات جسم مثالی سے ہوگئی ہو مگر یہ اُس کو وہ درجہ نہیں حاصل ہو سکتا جو اتصال (یعنی زندگی میں جسمانی ملاقات) کا ہوتا ہے

اکابر دیوبند اور نقشبندی حضرات کا رجحان

تو اس بنار پر علمائے دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور دوسرے حضرات، اور طریقہ نقشبندیہ والے حضرات بھی زیادہ ترجیح اس طریقہ کو دیتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے لکھتے اُسے بھی ہیں مگر زور اُس پر نہیں دیتے۔ کیونکہ اُس میں درمیان میں انقطاع دو جگہ پر آیا ہوا ہے۔

حدیث میں مُراد کونسا علم ہے

تو یہ چیز جو حدیث میں یہاں آئی اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں حکمت کا گھر ہُوں اور علی رض اُس کا دروازہ ہیں تو اس میں مُراد حکمت سے باطنی علم ہے تصوّف معرفت یہ مُراد لی جاتی ہے جو بالکل عین واقعہ کے مطابق ہے اور یہ حضرت علی رض کی بہت بڑی فضیلت لگتی ہے پُوری دُنیا میں باطنی علوم اور باطنی اعتبار سے وہ جو سب سے مسلسل سلسلہ جو پہنچتا ہے وہ اُنھی تک پہنچتا ہے اور صحابہ کرام میں اس طرح سے یہ سلسلہ کسی تک نہیں پہنچتا ایک حدیث میں ہے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں تو شہر کے دروازے تو کئی ہوتے ہیں، یہ بھاٹی گیٹ ہے ٹکسالی گیٹ ہے کون کون سے گیٹ ہیں۔ شہر جتنا بڑا ہوگا اُتنے ہی زیادہ دروازے ہوں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایک دروازہ ہیں۔ اُس حدیث سے بھی یہی مطلب نکلے گا اور اِس حدیث سے بھی یہی مطلب نکلے گا کہ جو باطنی علوم ہیں اُن کے لیے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ نے دروازہ بنانا پسند فرمایا اور وہ آج تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں آپکا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

سیدھا راستہ

سیدھا راستہ جس کے ذریعے اسلام کا نظامِ عدل نفاذ پذیر ہو سکے کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنے یہاں حکومت کے مسلک کا اعلان کرنا ہوگا کہ مملکت کا قانون فقہ حنفی پر مبنی ہوگا، جیسے کہ سعودی عرب میں حکومت کا اعلان یہ ہے کہ وہ فقہ حنبلی پہ چلتی ہے اور حکومت ایران کا اعلان یہ ہے کہ اس کا مسلک فقہ جعفری ہے۔ (حضرت اقدس بانی جامعہ مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ)